OPEN ACCESS
ACTA ISLAMICA
ISSN (Print): 2411-7315
http://sbbu.edu.pk/actaislamica

مولوی چراغ علی کی تفسیری آراء کا اختصاصی مطالعہ

Specific Study of Exegetical Views of Moulvī Chirāgh ‘Alī

Muhammad Soban
Doctoral Candidate, Department of Islamic Learning, University of Karachi
Dr. Muhammad Atif Aslam Rao
Assistant Professor, Department of Islamic Learning, University of Karachi
dratifrao@uok.edu.pk

Abstract

The literal interpretation of the Qur‘ān is the interpretation that is made taking the dictionary into account while interpreting the Qur‘ān. Without a doubt, the dictionary is an essential source of Quranic exegesis. However, the entire interpretation cannot be based only on the dictionary. Acceptable and unacceptable both aspects are found in the lexical interpretations. The satisfactory element is to present Hadiths or signs to support the description. In contrast, the unacceptable pattern of the literal interpretation is the opposite. This article is aimed to evaluate the ***exegetical Views of Moulvī Chirāgh ‘Alī*** *from these two aspects, as he has used the dictionary repeatedly in his writings. The article details the methodology* ***Moulvī Chirāgh ‘Alī*** *adopted for the exegesis of the Qur‘ān. The paper mainly deals with the various words of the Qur‘ān and their lexical discussion, which begins with the pattern of interpretation and examples from the exegesis. The article concludes with a summary of the research and some valuable suggestions from the researchers. The series of literal interpretations started from the time of the Prophet (peace be upon him). And it continued till the present. The research presented in the article is an endeavour to present a review of Urdu commentaries which were affected by this lexical methodology.*

Keywords: *Exegetical views, Moulvī Chirāgh ‘Alī, lexical methodology, Urdu commentaries.*

CC BY

تمہید:

دینِ اسلام کا اولین ماخذ قرآنِ کریم ہے۔ جس کی زبان عربی ہے اس لیے تفسیر کے لیے عربی لغت سے استفادہ از حد ضروری ہے۔ مفسرین جن علوم کو تفسیر قرآن کے لیے ضروری قرار دیتے ہیں لغت کا علم ان میں سے ایک ہے۔ تفسیر قرآن کرتے ہوئے لغت کو خاص اہمیت دینا لغوی منہج تفسیر کہلاتا ہے۔ مولوی چراغ علی نے اپنے تفسیری رسائل میں قرآنی آیات کی تشریح کے لیے عربی لغت سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ مولوی چراغ علی نے باقاعدہ کوئی تفسیر نہیں لکھی، البتہ ان کے تفسیری رسائل خاصی اہمیت کے حامل ہیں۔ ان کے رسائل کی اہمیت اس لحاظ سے بھی ہے کہ مولوی چراغ علی ان چند لوگوں میں سے ہیں جو سرسید کے قریبی رفقا میں تھے۔ چناں چہ زیر نظر مقالہ میں رسائلِ مولوی چراغ علی کا اس لحاظ سے مطالعہ کیا گیا ہے کہ انہوں نے تفسیرِ آیات میں لغت سے کس حد تک استفادہ کیا ہے۔ مزید یہ کہ انہوں نے تفسیر بالرائے محمود یا مذموم کون سا اسلوب اختیار کیا ہے؟

ذیل میں مولوی صاحب کا مختصر تعارف اور پھر ان کے منہج پر بحث کی جائے گی۔

تعارف مولوی چراغ علی:

مولوی چراغ علی ۱۸۴۴ء کو میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ والد صاحب کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا، والد کی وفات کے وقت مولوی چراغ علی کی عمر بارہ سال تھی۔ آپ بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ آپ کی کوئی بہن نہیں تھی۔[1]

تعلیم:

والد کی وفات کے بعد مولوی چراغ علی اپنی والدہ اور دادی کے ساتھ میرٹھ آگئے۔ یہاں آپ نے اردو، فارسی اور انگریزی کی تعلیم پائی۔[2] باوجود معاشی ذمہ داریوں کے مولوی چراغ علی نے اپنے علمی ذوق کی بنا پر تعلیمی سلسلہ کو جاری رکھا اور ذاتی مطالعہ کی بنا پر اردو، فارسی اور انگریزی کے علاوہ عربی میں بھی دسترس حاصل کرلی۔ بعد ازاں عبرانی، یونانی اور کالدی زبانوں میں بھی سوجھ بوجھ حاصل کرلی۔ آپ نے باقاعدہ کوئی امتحان پاس نہیں کیا تھا۔

ملازمت:

گھریلو ذمہ داری کی وجہ سے مولوی چراغ علی کو معاش کے بندوبست کی فکر لاحق ہوئی۔ ۱۸۷۲ء میں آپ نے اپنی ملازمت کا آغاز ضلع گورکھپور میں محکمہ بندوبست (خزانہ) میں بطور کلرک سے کیا۔ بعد ازاں لکھنؤ میں کلرک کی آسامی پر عارضی تقرر ہوا جو کچھ ہی عرصہ بعد مستقل ہو گیا۔ ۱۸۷۵ء میں آپ کا تبادلہ لکھنؤ سے سیتاپور ہو گیا اور ایک ہی سال بعد تحصیل دار کے عہدے پر ترقی ہو گئی۔ اسی سال ۱۸۷۶ء میں آپ طویل رخصت لے کر سرسید احمد خاں کے پاس علی گڑھ آگئے۔[3] ۱۸۷۷ء میں سرسید کی ایماء پر آپ کا تقرر مددگار معتمد مال گزاری (اسسٹنٹ فنانس سیکرٹری) کے عہدے پر ہوا۔ بعد ازاں ترقی پا کر معتمد پولیٹیکل و فنانس ہو گئے اور اسی عہدے پر تاحیات خدمات سرانجام دیتے رہے۔[4]

وفات:

مولوی چراغ علی کو ذیابیطس کا مرض بہت پہلے سے تھا۔ آخری عمر میں یہی مرض بڑھ کر ناسور کی شکل اختیار کر گیا اور بالآخر وفات کا سبب بنا۔ آپ کی وفات ۱۵ جون بروز ہفتہ ۱۸۹۵ء ممبئی میں ہوئی اور تدفین بھی ممبئی میں ہوئی۔[5]

مولوی چراغ علی اور سرسید احمد خان کا باہمی تعلق:

مولوی چراغ علی کو سرسید کے رفقا میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ سرسید کے رفقا نے اپنی کاوشوں کا آغاز سرسید کے زیرِ اثر کیا۔ مگر مولوی چراغ علی قابلیت میں ان سب سے فائق تھے اور ان کی کاوشوں کا سہرا خود انہی کے سر ہے۔ مولوی چراغ علی نے سرسید کی رفاقت میں ان کے نظریات کی ترویج کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ سرسید احمد خاں نے آپ سے بہت سا علمی کام لیا ۔وہ آپ سے علمی استفادہ کرنے کے لیے بالمشافہہ اور خط وکتابت کے ذریعے رابطے میں رہتے۔

سرسید احمد خاں اور مولوی چراغ علی کا باہمی تعلق آواز اور الفاظ جیسا تھا۔ سرسید اگر قوم کے ریفارمر بن کر ابھرے تھے تو ان کی پشت پر مولوی چراغ علی گوشہ نشین محقق تھے۔ بہت سی علمی گتھیاں ایسی ہیں جنہیں سرسید مولوی چراغ علی کے بغیر حل نہ کر سکتے۔ سرسید اپنی ہمہ جہت سرگرمیوں کے باعث امہات الکتب سے اگر استفادہ نہ بھی کر پاتے تو ان کی اس بارے مدد فراہم کرنے کے لیے مولوی چراغ علی ہمہ وقت دستیاب رہتے تھے۔ سرسید برصغیر کی سیاست میں ایک توانا آواز تھے، یہ بجا ہے کہ انہوں نے عملی طور پر سیاست میں اس طرح حصہ نہیں لیا لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ برصغیر کے آزادی کے خطوط انہی کی قائم کردہ بنیادوں پر استوار ہوئے۔اس کے برعکس مولوی چراغ علی تنہائی پسند صاحب علم تھے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ مولوی چراغ علی سرسید احمد خاں سے زیادہ انگریزی اور عربی جانتے تھے۔ مولوی چراغ علی کا سرسید سے وسیع مطالعہ تھا۔ سرسید نے مشہور مستشرق ہنٹر کے جواب میں ''خطباتِ احمدیہ'' لکھی۔ جب کہ مولوی چراغ علی نے متعدد یورپین مصنفین، مستشرقین اور پادریوں کے جواب میں پینتالیس (۴۵) رسالے آٹھ (۸) مضامین اور تین (۳) کتابیں لکھیں۔

تفسیر لغوی:

سرسید کی گہری رفاقت کے بہ سبب مولوی چراغ علی کی تفسیرات میں سرسید کے تفسیری اسلوب کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔انہوں نے اپنے رسائل میں الفاظ کے لغوی معانی کو خاص اہمیت دیتے ہوئے تفسیر کی ہے اور یہی لغوی تفسیر کا منہج ہے۔ ذیل میں درج مثالوں کی روشنی میں ان کے اسی لغوی منہج کا جائزہ لینا مقصود ہے۔

محصنات کا معنیٰ:

محصنات کا لفظ قرآن پاک میں کئی مقامات پر استعمال ہوا ہے اور اس کے متعدد معانی کیے گئے ہیں۔ اس کا معنیٰ پاکدامن بھی کیا گیا ہے خواہ وہ آزاد ہوں یا باندیاں اور شادی شدہ عورتیں بھی اس کا معنیٰ کیا گیا ہے۔ مولوی چراغ علی کے نزدیک اسلام میں غلام اور باندی کا کوئی تصور نہیں ہے بلکہ وہ اسے ہر حال میں ناجائز سمجھتے ہیں لہٰذا وہ ہر اس آیت کی تاویل کرتے ہیں جس سے غلام یا باندیوں کی حلت کا ثبوت ملتا ہو۔ چناں چہ درج ذیل آیتِ مبارکہ میں ان باندیوں کی حلت کی خبر دی جا رہی ہے جو شادی شدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَآءِ''[6]

ترجمہ: اور خاوند والی عورتیں (بھی حرام ہیں) ۔

مولوی چراغ علی "والمحصنٰت" سے کنواری اور عفیفہ عورتیں مراد لیتے ہیں۔ ''والمحصنات من النساءِ'' کی تفسیر کے حوا

لے سے مولوی چراغ علی لکھتے ہیں کہ:

"بعض لوگ اس آیت کے شانِ نزول میں حضرت ابو سعید خدری کی ایک حدیث پیش کرتے ہیں۔ جو مسلم، ترمذی، نسائی اور ابو داؤد میں درج ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ اوطاس کے قیدیوں میں عورتیں بھی پکڑی آئیں تو مسلمانوں نے ان عورتوں سے مباشرت کرنے کو گناہ سمجھا اور خوف کھایا کیوں کہ ان کے زوج موجود تھے۔ اس پر سورۃ النساء کی آیت نمبر ۲۴ آیت نازل ہوئی۔"[7]

وَالمحصَناتُ مِنَ النِّساءِ إِلّا ما مَلَكَت أَيمانُكُم ۖ كِتابَ اللَّهِ عَلَيكُم ۚ وَأُحِلَّ لَكُم ما وَراءَ ذٰلِكُم أَن تَبتَغوا بِأَموالِكُم مُحصِنينَ غَيرَ مُسافِحينَ ۚ فَمَا استَمتَعتُم بِهِ مِنهُنَّ فَآتوهُنَّ أُجورَهُنَّ فَريضَةً ۚ وَلا جُناحَ عَلَيكُم فيما تَراضَيتُم بِهِ مِن بَعدِ الفَريضَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كانَ عَليمًا حَكيمًا[۸]

ترجمہ: اور شوہر والی عورتیں بھی (تم پر حرام ہیں) مگر وہ جو (اسیر ہو کر لونڈیوں کے طور پر) تمہارے قبضے میں آجائیں (یہ حکم) اللہ نے تم کو لکھ دیا ہے اور ان (محرمات) کے سوا اور عورتیں تم کو حلال ہیں اس طرح سے کہ مال خرچ کر کے ان سے نکاح کر لو بشرطیکہ (نکاح سے) مقصود عفت قائم رکھنا ہو نہ کہ شہوت رانی تو جن عورتوں سے تم فائدہ حاصل کرو۔ ان کا مہر جو مقرر کیا ہو ادا کر دو اور اگر مقرر کرنے کے بعد آپس کی رضامندی سے مہر میں کمی بیشی کر لو تو تم پر کچھ گناہ نہیں بیشک اللہ سب کچھ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے۔

مولوی چراغ علی کا خیال ہے کہ اس آیت کو درست نہج پر سمجھا نہیں گیا۔ کیونکہ یہ سورۃ ۷ھ سے پہلے نازل ہوئی اور سورۃ محمد کی آیت نمبر ۴ کے حکم کے تحت لونڈیاں بنانے کی ممانعت ہے۔ تاریخی اعتبار سے یہ ثابت ہے کہ ان عورتوں کو لونڈی نہیں بنایا گیا، بلکہ چند دن بعد ان سب کو رہا کر دیا گیا۔[9]

غلام اور لونڈیوں کے متعلق مولوی چراغ علی کا موقف ہے کہ یہ ایک غیر فطری عمل ہے، چناں چہ وہ لکھتے ہیں:

"تمام مذاہب نے اس رواج کی ممانعت کی ہے جب کہ آخری نبی حضرت محمد ﷺ نے غلام اور لونڈی کی قطعی مذمت کی ہے۔"[10]

چونکہ مولوی چراغ علی لونڈیاں بنانے کو روا نہیں سمجھتے کیونکہ ان کے ہاں سوائے طلاق کے نکاح فسخ ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ چاہے میاں بیوی میں سے ایک مسلمان ہو اور دوسرا کافر۔ لہذا جب کسی شادی شدہ کافرہ عورت کو مسلمان قیدی بنا کر لائیں گے تو اس کا نکاح اپنے کافر شوہر کے ساتھ برقرار رہے گا، یوں وہ ابھی شادی شدہ ہے۔ لہذا مولوی چراغ علی کے ہاں زیرِ بحث آیت سے نکاح والی عورتوں سے مزید نکاح یا مباشرت کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ ملک یمین (قیدی عورتیں) سے بغیر مہر کے تصرّف جائز نہیں، حتیٰ کہ وہ شوہر دار نہ ہوں۔

منطق الطیر کا معنیٰ:

منطق الطیر کا معنیٰ پرندوں کی بولی ہے۔ پرندوں کی گفتگو کا سمجھ لینا ایک معجزہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو عطا کیا تھا۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُودَ ۖ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنطِقَ الطَّيْرِ وَأُوتِينَا مِن كُلِّ"

شَیۡءٍ ؕ اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ الۡفَضۡلُ الۡمُبِیۡنُ "[11]

ترجمہ: اور سلیمان داؤد کے قائم مقام ہوئے۔ اور کہنے لگے کہ لوگو ہمیں (اللہ کی طرف سے) جانوروں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہر چیز عنایت فرمائی گئی ہے بیشک یہ (اس کا) صریح فضل ہے۔

مولوی چراغ علی نے چونکہ معجزات انبیاء کے حوالے سے عام منہج سے ہٹ کر شرح کی ہے لہذا وہ انبیاء کرام کے کسی قسم کے خرق عادات واقعات کے وقوع پذیر ہونے کو تسلیم نہیں کرتے۔ چنانچہ قرآن کریم میں جہاں بھی اس قسم کے واقعات مذکور ہیں جنہیں جمہور امت انبیاء کے معجزات پر محمول کرتے ہیں جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام کا پرندوں کی بولی سمجھنا اور ان کے ساتھ گفتگو کرنا وغیرہ۔ ایسے تمام واقعات میں مولوی چراغ علی تاویل کرتے ہیں اور ایسی تاویلات اختیار کرتے ہیں کہ جس سے معجزات کا جو ایک امت مسلمہ کا اجماعی موقف ہے اس کی نفی ہوتی ہے۔

چنانچہ منطق الطیر کی بابت حضرت سلیمان علیہ السلام کے معجزہ کے متعلق آیت کی تفسیر میں مولوی چراغ علی متعلق لکھتے ہیں:

"جو لوگ اس حقیقی علم منطق الطیر سے ناواقف ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ پرندے آپس میں ایسی مرکب آوازیں بولتے ہیں اور ان کی ایسی ہی باتوں کو سلیمان سمجھ جاتے تھے۔" [12]

دیکھئے! مولوی چراغ علی نے "منطق الطیر" کے عربی الفاظ کا ترجمہ نہیں کیا بلک عربیت کے اصولوں سے ہٹتے ہوئے آیات قرآنی کو اپنی رائے پر محمول کیا ہے۔ یعنی لغت عرب کے بجائے یونانی لفظ سے استدلال کرتے ہیں۔ اور لکھتے ہیں:

"یہ لفظ یونانی الفاظ "اُرنی ثو، اُرنیس اور آرنیتھوس" سے بنا ہے۔ دوسر الفظ "لوجیا" ہے، جسے انگریزی میں لوجی کہتے ہیں، جس کے معنی علم کے ہیں۔ اس علم کی تصدیق سابقہ کتب سماوی اور یہودیوں کی مذہبی کتب سے بھی ہوتی ہے۔ "ارنی ثو" کے معنی اُڑنے والے اور "لوجی" کا معنی علم ہے یعنی اُڑنے والے پرندوں کا علم۔ چوں کہ حضرت سلیمان کا پرندوں کے اعضاء ساخت اور بناوٹ وعادات وغیرہ کا علم کا دعویٰ تو تھا نہیں بلکہ ان کا دعویٰ ان کی بولیوں کا تھا۔ لہٰذا یہی معنی درست سمجھے جائیں گے۔"[13]

گویا مولوی چراغ علی کا مؤقف ہے کہ "منطق الطیر" سے مراد پرندوں کی بولی نہیں ہے، بلکہ پرندوں کے اعضاء، بناوٹ، صورت اور عادات پر مشتمل علم ہے۔ لہٰذا وہ اسے کوئی معجزہ نہیں سمجھتے بلکہ انسانی دسترس شدہ علوم میں سے ایک علم ہی خیال کرتے ہیں۔

جن سے مراد:

مولوی چراغ علی جنوں کے بارے میں مشہور نظریات اور خیالات سے اتفاق نہیں کرتے۔ وہ جنوں کے بارے میں اپنا ایک خاص اور منفرد نکتہ نظر رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک جن انسانوں کی ایک قوم تھی جو کنعان کے گردونواح میں رہتی تھی۔ یہ قوی ہیکل، دیو قامت، تندوشدید اور جبار قوم عمالیق کہلاتی تھی۔ چناں چہ مولوی چراغ علی بیان کرتے ہیں کہ:

"بنی اسرائیل ان کی شدت، عداوت، اور اذیت کی وجہ سے ان کی بت پرستی اور دیو اور دیوتاؤں کی عبادت اور بھوت پریت کی پوجا سے ان کو شد یعنی جنّ کہتے تھے۔ یہ قوم حضرت سلیمان کے زیر فرمان کچھ مقید اور کچھ

غلام تھی۔ شد بمعنی جنّ عبرانی زبان کا لفظ ہے، جو شیطان کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ پرانے یہودی جن و شیطان کے خیالات سے واقف نہیں تھے۔ جب ان کا میل حضرت سلیمان سے قبل ایرانی زرتشتوں سے ہوا تو ان کے ہاں بھی ایسے نظریات نے جنم لیا۔"[14]

یعنی ان کے نزدیک وہ انسان ہی تھے بس اپنی طاقتور جسامت کی وجہ سے ان کی پوجا کی جانے لگی اور انہی کا نام شیطان پڑ گیا ،اس طرح کے خیالات و نظریات ایرانیوں میں پائے جاتے تھے وہاں سے بنی اسرائیل میں بھی یہ نظریات داخل ہو گئے۔

مولوی چراغ علی مزید لکھتے ہیں:

"تاریخی اور جغرافیائی اعتبار سے آبادی کو دو حصوں میں منقسم کیا جاتا ہے۔ شہری اور دیہاتی۔ عرب میں دیہاتیوں کو بدو کہتے تھے۔ دیہاتی عام طور پر جنگلوں اور دیہاتوں میں رہتے ہیں، دور رہنے کی وجہ سے نظر نہیں آتے۔ "جن" کے معنی نظر نہ آنے والی مخلوق ہے۔ یہ لوگ پتھر تراشتے تھے۔ عبرانی میں ان کو جبلیم (پہاڑی) کہتے تھے۔ قرآن مجید نے ان کو جن اور شیاطین کہا ہے۔ عبرانی لفظ "شد" جس کے معنی "جن" بھی لیے جاتے ہیں اور اس کے معنی تباہ کرنا اور غارت کرنا کے بھی ہیں۔ لوگ ان کو ڈاکو اور لٹیرے کہتے تھے۔ ان کے شر کی وجہ سے لوگ ان کی پوجا پاٹ کرنے لگے تاکہ ان کے شر سے محفوظ رہیں۔ ہر دور میں کسی نہ کسی طرح میں انسان کی پوجا ہوتی رہی ہے۔ بڑے بڑے بت بھی اصل میں انسان ہی تھے۔ اس کے علاوہ دیوتاؤں اور بھوت پریت کی پوجا بھی ہوتی رہی ہے۔"[15]

معلوم ہوا کہ جن نام کی کوئی الگ سے مخلوق نہیں ہے بلکہ وہ انسان جن کہلاتے ہیں جو مہذب آبادی سے دور تہذیب و تمدن سے عاری ہوتے ہیں۔ چونکہ یہ شہروں کی طرف بہت کم آتے ہیں اس لیے تو ان پر جن کا معنی بھی صادق آتا ہے یعنی نہ نظر آنے والی مخلوق۔ اس عبارت سے یہ بھی واضح ہوا کہ مولوی چراغ علی قرآن مجید میں موجود شیطان اور جن سے یہی لوگ مراد لیتے ہیں۔ یہ لوگ لوٹ مار بھی کرتے تھے اور اپنی طاقت کے بل بوتے پر مسافروں اور سادہ لوح انسانوں کو نقصان بھی پہنچاتے تھے اس لیے ان کے شر سے بچنے کے لیے ان کی پوجا کی جانے لگی۔

برصغیر پاک و ہند میں شیاطین اور جنات کے واقعات یہودیوں اور ایرانیوں کی طرف سے آئے اور ہمارے ہاں اس قدر رواج پا گئے کہ ہمارے دینی لٹریچر کا حصہ بن گئے، اس بارے میں مولوی چراغ علی بیان کرتے ہیں:

"حضرت سلیمان کے جن اور شیطان، شدہ یا شدوت۔ وہ سب انسان ہی میں سے تھے۔ اسی لیے قصے اور کہانیوں میں شیطان، جنوں اور روحوں کے قصے عام ہیں۔ یہ قصے یہودیوں اور ایرانیوں کی وجہ سے ہندوستان میں آئے۔ چناں چہ اس سلسلہ میں حضرت سلیمان کی کتاب واعظ اور قرآن مجید میں مکمل مماثلت پائی جاتی ہے۔"[16]

مذکورہ بالا بحث سے مولوی چراغ علی کا مؤقف واضح ہوتا ہے کہ "جن" حضرت سلیمان کے تابع کوئی طلسماتی مخلوق نہیں بلکہ انسان تھے، وہ کسی ایسی مخلوق کو نہیں مانتے جو جن اور انسانوں کے درمیان ہو۔

نمل کا معنیٰ:

قرآن مجید کی ستائیسویں سورۃ سورۃ النّمل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"حَتّٰٓی اِذَآ اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ یّٰٓاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا یَحْطِمَنَّكُمْ سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ۔"[17]

ترجمہ: یہاں تک کہ جب چیونٹیوں کے میدان میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا چیونٹیو اپنے اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور اس کے لشکر تم کو کچل ڈالیں اور ان کو خبر بھی نہ ہو۔

مولوی چراغ علی کا مؤقف ہے کہ نمل سے مراد چیونٹی نہیں اور نہ ہی اس سے مراد کوئی جانور ہے بلکہ وہاں "نمل" نام کا کوئی قبیلہ آباد تھا۔ چناں چہ وہ لکھتے ہیں:

"نمل دراصل ایک قبیلہ تھا۔ عربی میں چیونٹی کو بھی نمل کہتے ہیں۔ یہ قبیلہ چیونٹی کے نام پر تھا، جس طرح کچھ قبیلوں، جگہوں اور انسانوں کے نام بھی جانورں کے نام پر ہوتے ہیں۔ عربوں میں بنو اسد اور بنو کلاب دو قبیلے تھے۔ ہندوستان میں ناگ بنسی وغیرہ جانوروں کے نام پر ہیں تو کیا یہ لوگ شیر، کتا اور سانپ ہو گئے۔ چیونٹی بھی انسانی قبیلہ تھا وہ جانور کیسے ہو گیا؟"[18]

اپنی بات کی تائید میں وہ بیان کرتے ہیں:

"ایک یونانی مؤرخ اسطرابو (۶۰ ق م) اپنی کتاب، جس کا ترجمہ انگریزی زبان میں "مری گائیڈ" کے نام سے ہوا۔ یہ کتاب تین جلدوں میں ۱۸۵۷ء میں شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب میں اس قبیلہ کی خصوصیات بھی لکھی ہوئی ہیں کہ یہ قوم زمین کھودتی تھی۔ اس زمین سے موتی کے ذرے نکلتے تھے۔ اطراف کے رہنے والے چیونٹیوں سے لڑتے اور ان کی یہ مٹی لے جاتے تھے۔ وہ اس میں سے سونا الگ کر لیتے تھے۔"[19]

مولوی چراغ علی مرحوم اپنے اس موقف کی تائید میں مزید لکھتے ہیں:

"سید خیر الدین احمد وزیر سلطنت تیونس نے اپنی کتاب "اقوام المسالک فی احوال الممالک" کے صفحہ ۳۷ پر اسی واقعہ کو بیان کیا ہے۔ اُنھوں نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ بڑھیا نے نہ صرف اشرفیوں کی دس تھیلیاں دی تھیں بلکہ پورے لشکر کی پر تکلف دعوت بھی کی تھی۔ مصر کا یہ علاقہ طاء کہلاتا ہے جہاں قوم نمل رہتی تھی۔ مختصر یہ کہ نمل ایک قوم ہے۔ مفسرین نے نمل کی مناسبت سے اس کا ترجمہ انسان سے حیوان کر دیا ہے۔"[20]

درج بالا اقتباسات سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ مولوی چراغ علی "نمل" سے حشرات الارض کی ایک قسم نہیں بلکہ انسان مراد لیتے ہیں، ان کے نزدیک حضرت سلیمان علیہ السلام کا گزر نمل نامی قوم کی بستی پر ہوا اور وہاں ایک بڑھیا نے اپنی قوم کی خیر خواہی میں چند کلمات کہے جسے قرآن پاک نے اپنے مقدس اوراق میں جگہ دی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور صلیب:

مولوی چراغ علی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے متعلق عام فقہا اور علما سے الگ نظریہ رکھتے ہیں۔ وہ حضرت عیسیٰ کی حیات کے قائل نہیں ہیں بلکہ اس کی نفی کرتے ہیں۔ وہ ان کی موت کو انجیلِ یوحنا سے ثابت کرتے ہیں جیسا کہ سر سید اور غلام احمد پرویز نے بھی حضرت عیسیٰ کی موت کو انجیل سے ثابت کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مصنف بھی قرآن مجید کی انھی آیات کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ جن سے عام فقہا اور علما حیاتِ عیسیٰ کا حوالہ دیتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے ان کے دشمنوں نے سولی پر لٹکائے جانے کی سزا تجویز کی اور اپنے تئیں انہوں نے اس سزا پر عمل درآمد بھی کر لیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ پیغمبر کی حفاظت فرمائی۔ چناں چہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا۔ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا۔"[21]

ترجمہ: اور یہ کہنے کے سبب کہ ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ مسیح کو جو اللہ کے پیغمبر تھے قتل کر دیا ہے (اللہ نے انکو ملعون کر دیا) اور انہوں نے عیسیٰ کو قتل نہیں کیا اور نہ انہیں سولی پر چڑھایا بلکہ ان کو ان کی سی صورت معلوم ہوئی۔ اور جو لوگ ان کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ ان کے حال سے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور پیروی ظن کے سوا ان کو اس کا مطلق علم نہیں۔ اور انہوں نے عیسیٰ کو یقیناً قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا۔ اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

مولوی چراغ علی مذکورہ آیت کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں:

"حضرت عیسیٰ کو نہ تو قتل کیا گیا نہ وہ سولی پر چڑھائے گئے بلکہ وہ سولی پر زندہ بچ گئے تھے، البتہ کچھ عرصہ بعد اپنی طبعی موت فوت ہوئے۔ ''بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ'' کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انُ کے درجات بلند کیے اور ان کو داہنے ہاتھ جگہ دی۔"[22]

مولوی چراغ علی کی تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ یہودیوں نے حضرت عیسی پر تکفیر کا فتویٰ لگایا مگر اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے کیوں کہ اس وقت رومیوں کا غلبہ تھا۔ یہودیوں نے آپ پر گمراہ کرنے کا الزام بھی عائد کر دیا تاکہ رومی حکومت کے لیے آپ کو سزا دینے کے علاوہ کوئی چارا نہ رہے۔ یہودیوں میں ایسے شخص کی سزا سنگسار کرنا تھی۔ جب کہ رومیوں میں اس جرم کی سزا صلیب پر لٹکانے کی تھی۔ چناں چہ رومی حاکم پلاطس نے یہودیوں کی سزا کی پروانہ کرتے ہوئے رومی سزا کا حکم دیا۔ اس وقت یہودی رومی گورنر کی منظوری کے بغیر سزائے موت پر عمل درآمد نہیں کرا سکتے تھی۔ چناں چہ حضرت عیسیٰ کو پلاطس کے دربار میں لایا گیا۔ پہلی بار پلاطس نے حضرت عیسیٰ کو بری کر دیا۔ اس پر یہودیوں نے شور مچایا۔ پلاطس نے کہا! عیسیٰ مجرم سہی مگر عید کے دن مجرم کی سزا میں نرمی کی جاتی ہے۔ میں تمھاری روایت کے مطابق انہیں چھوڑ دیتا ہوں۔ یہودیوں نے یہاں مکاری سے کام لیا۔ انہوں نے حضرت عیسی کو چھوڑنے کی بجائے اسی نام کے ایک اور مجرم کو چھوڑ دیا تاکہ پلاطس کی حکم عدولی نہ ہو اور اس کی جگہ حضرت عیسیٰ کی قید کو بر

قرار رکھا۔ بالآخر بمقام جبلہ فصیح کے دن دوپہر کے وقت حضرت عیسیٰ کو صلیب پر چڑھا دیا گیا۔اس وقت مصلوب کے ہاتھ میں میخیں ٹھونکیں جاتی تھیں۔ لہٰذا آپ کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا گیا۔اس واقعہ کے بعد جب حضرت عیسیٰ لوگوں سے ملے تو انُھوں نے اپنے ہاتھ اور پاؤں پر میخ ٹھونکنے کے نشانات دکھائے۔[23]

چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مصلوب ہونا یعنی ان کو سولی پر چڑھایا جانا تو قرآن کریم میں صراحتاً مذکور ہے، لہٰذا اس سے انکار کسی کے لیے ممکن نہیں ہے البتہ ان کا زندہ سلامت بچ جانا یہاں مرکز اختلاف ہے۔

اس حوالے سے مولوی چراغ لکھتے ہیں:

"صلیب پر انسان مرتا نہیں تھا بلکہ تین چار دن کے بعد دھوپ کی سختی اور بھوک پیاس کی شدت سے اور زخموں کی تکلیف سے مر جاتا تھا۔اس کے علاوہ آپ کو سرکہ اسفنج کے ذریعے پلایا گیا تھا جو پیاس کی شدت کو کم کرتا ہے اور جسم کو قوت دیتا ہے اور برداشت میں اضافہ کرتا ہے۔آپ کو صلیب پر ڈھائی تین گھنٹے میں غشی طاری ہو گئی۔"[24]

مولوی چراغ علی کی پیش کردہ ان عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی طرف نہیں اٹھایا تھا بلکہ سولی پر سے زندہ سلامت اتارے جانے کے کچھ عرصہ بعد ان کی طبعی موت ہوئی تھی۔

جمہور کا موقف:

محصنات کا معنیٰ:

سب سے پہلے تو اس بات کو متعین کرنا پڑے گا کہ محصنات سے کیا مراد ہے؟ اگر اس سے عفیفہ کنواری عورتیں مراد لی جائیں جیسا کہ مولوی چراغ علی کا مؤقف ہے تو لا محالہ " ما مَلَكَت أَيمانُكُم " سے بھی کنواری عورتیں ہی مراد لینا پڑے گا کیونکہ مستثنیٰ متصل میں مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ کی جنس کا ایک ہونا ضروری ہے البتہ مستثنیٰ منقطع کی صورت میں اتحادِ جنس ضروری نہیں۔ یہاں اہم بات یہ ہے کہ مولوی چراغ علی بھی یہاں مستثنیٰ متصل ہی کے قائل ہیں۔ لہٰذا دیکھنا یہ ہے کہ محصنات سے جمہور اہل علم کی مراد کیا ہے، کیوں کہ جب محصنات کی مراد متعین ہو جائے تو " ما مَلَكَت أَيمانُكُم " کی مراد خود بخود واضح ہو جائے گی جو کہ اختلاف کا مرکزی نقطہ ہے۔

اس قرآنی لفظ کا جو بھی معنی متعین کیا جائے اس میں لونڈی کے احتمال کو خارج نہیں کیا جا سکتا۔ جمہور امت مسلمہ کے ہاں لونڈی کا تصور رہا ہے اس کا انکار کر دینا درست نہیں۔ جمہور کے ہاں اس آیت میں محصنات کا لفظ شادی شدہ عورتوں کے معنوں میں مستعمل ہے۔ امام رازی علیہ الرحمۃ نے لفظ "محصنات" کے متعدد بیان بیان کے ہیں، چوتھا معنی بیان کرتے ہوئے امام رازی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

"واعلم أن لفظ الإحصان جاء في القرآن على وجوه: أحدها: الحرية .... وثانيها ... العفة وثالثها الإسلام ورابعها: كون المرأة ذات زوج يقال: امرأة محصنة إذا كانت ذات زوج، وقوله: والمحصنات من النساء إلا ما ملكت أيمانكم يعني ذوات الأزواج، والدليل على أن المراد ذلك أنه تعالى عطف المحصنات على المحرمات، فلا بد وأن يكون الإحصان سببا للحرمة، ومعلوم أن الحرية والعفاف والإسلام لا تأثير له في ذلك، فوجب أن يكون المراد منه المزوجة، لأن كون المرأة ذات زوج له تأثير في

"کونها محرمة على الغير۔"[25]

ترجمہ: یاد رکھیے کہ لفظ احصان قرآن کریم میں متعدد بار آیا ہے۔ اول آزادی، دوسرا پاکدامنی، تیسرا اسلام اور چوتھا عورت کا شوہر والی ہونا۔ کہا جاتا ہے: "امرأة محصنة" جب کہ وہ عورت شوہر والی ہو۔ اور اللہ کا فرمان: "والمحصنات من النساء إلا ماملکت أیمانکم" کا معنی ہے یعنی شوہر والی عورتیں۔ اس معنی پر دلیل یہ ہے یہ محصنات کا محرمات پر عطف کیا گیا ہے۔ پس ضروری ہے کہ احصان حرمت کا سبب ہو، اور یہ بات یقینی ہے کہ آزادی، پاکدامنی اور اسلام کو حرمت میں کوئی دخل نہیں ہے لامحالہ اس سے مراد شادی شدہ عورت ہی ہے۔ کیونکہ شوہر دار ہونا غیر پر حرام ہونے میں مؤثر ہے۔

اس عبارت میں امام رازی علیہ الرحمۃ نے ایک تو محصنات کا لفظ قرآن کریم میں جن جن معانی میں استعمال ہوا ہے ان تمام معانی کو بیان کیا ہے اور پھر زیر بحث آیت کریمہ میں چوتھے معنی کی تائید بھی کی ہے اور دوسرے معانی پر اس معنی کو ترجیح بھی دی ہے اور وجہ ترجیح بھی اسی آیت سے پیش کی ہے کہ محصنات کا محرمات پر عطف کیا گیا ہے گویا اس سے مراد بھی وہ عورتیں ہیں جو دوسروں پر حرام ہیں، لہذا معنی شادی شدہ ہونا ہی ہے کیونکہ ایک شادی شدہ عورت دسروں مردوں کے لیے حرام ہوتی ہے۔ جبکہ دیگر تین معانی میں یہ پہلو موجود نہیں ہے۔

امام بیضاوی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

" وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّساءِ ذوات الأزواج۔"[26]

ترجمہ: والمحصنات من النساء بمعنی شوہروں والی عورتیں۔

علامہ بغوی علیہ الرحمۃ اپنی تفسیر میں اس آیت کی تفسیر ک ذیل میں لکھتے ہیں:

"يَعْنِي: ذَوَاتَ الْأَزْوَاجِ، لَا يَحِلُّ لِلْغَيْرِ نِكَاحُهُنَّ قَبْلَ مُفَارَقَةِ الْأَزْوَاجِ، وَهَذِهِ السَّابِعَةُ مِنَ النِّسَاءِ اللَّاتِي حُرِّمَتْ بِالسَّبَبِ۔"[27]

ترجمہ: یعنی شوہروں والی عورتیں، کہ ان کے شوہروں سے جدائی سے قبل ان کے ساتھ کسی کے لیے نکاح کرنا حلال نہیں ہے۔ اور یہ ساتویں عورت ہے جو حرمت بالسبب کے زمرے میں حرام ہے۔

یہ تمام تر تفسیری اقوال شاہد عدل ہیں کہ "محصنات" کا لفظ زیر بحث آیت مبارکہ میں شادی شدہ عورتوں کے معنی میں مستعمل ہے۔

چناں چہ جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہاں محصنات سے مراد شادی شدہ عورتیں ہیں تو معلوم ہوا کہ اس آیت مبارکہ میں مراد باری تعالیٰ یہ ہے کہ ماقبل میں مذکور محرمات کی طرح شادی شدہ عورتوں سے نکاح بھی حرام ہے مگر وہ لونڈیاں جو شادی شدہ ہیں وہ حرام نہیں ہیں کیونکہ جب وہ قیدی بن کر مسلمانوں کی ملکیت میں آگئی ہیں تو ان کے سابقہ نکاح کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی۔ للذا مولوی چرغ علی کا مؤقف جمہور اہل علم سے جدا ہے۔ انہوں نے لغوی منہج اختیار کرتے ہوئے جمہور سے مختلف معنی اختیار کیا ہے۔

الفاظ 'منطق الطیر' کا معنیٰ و مفہوم:

کتب سیر، تفاسیر اور احادیث میں تفصیل موجود ہے کہ حضرت سلیمان پرندوں کی بولیاں سمجھتے تھے۔ جیسے سورۃ النمل میں

ہدہد اور چیونٹی کی بات کو بیان کیا گیا ہے۔ قرآن کریم کا بیان، موضوع اور سیاق و سباق پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان کی حکومت کا جو امتیاز ہے وہ بہت نرالا ہے۔ سائنسی علم اکتسابی ہوتا ہے جو کوئی بھی حاصل کر سکتا ہے، مگر پرندوں کی بولیوں کو آج تک کوئی نہیں سمجھ سکا۔ پیغمبروں کا علم عطائی اور منزل من اللہ ہوتا ہے۔ جمہور کے نزدیک یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا معجزہ ہے جبکہ مولوی چراغ علی کے نزدیک یہ کوئی خرقِ عادت امر نہیں بلکہ اس سے مراد پرندوں کا علم ہے۔

کتب تفسیر میں منطق الطیر کے متعلق مرقوم ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام پرندوں کی بولیاں سمجھتے تھے۔ چناں چہ طبری لکھتے ہیں:

"علمنا منطق الطیر، یعني فهمنا کلامها; وجعل ذلك من الطیر کمنطق الرجل من بني آدم إذ فهمه عنها۔"[28]

ترجمہ: علمنا منطق الطیر، یعنی ان کو کلام فہمی دی گئی۔ اور پرندوں کی یہ بولی انہیں ایسے ہی دی گئی جیسے انسان ایک دوسرے کے بات کو سمجھتے ہیں۔

علامہ سمرقندی نے اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں لفظ "علماً" کی تفسیر کرتے ہوئے یہی معنیٰ بیان کیا ہے، اور چند مزید معجزات بھی ذکر کیے ہیں۔ وہ رقم طراز ہیں:

"وَلَقَدْ آتَيْنا داوُدَ وَسُلَيْمانَ عِلْماً یعني: علم القضاء، والعلم بکلام الطیر والدوابّ وَقالا یعني: داود وسلیمان الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَضَّلَنا عَلى كَثِيرٍ مِنْ عِبادِهِ الْمُؤْمِنِينَ بالکتاب والنبوة وکلام الطیر والبهائم والملك۔"[29]

ترجمہ: اور ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم دیا۔ یعنی فیصلہ کرنے کا علم، اور پرندوں اور جانوروں کا علم۔ اور حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام نے کہا: اور کہنے لگے اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں بہت سے ایمان دار بندوں پر فضیلت دی۔ کتاب، نبوت پرندوں، جانوروں اور فرشتوں کے کلام کی بنا پر۔

اس عبارت میں علامہ سمرقندی نے حضرت داؤد اور ان کے بیٹے حضرت سلیمان کی چند خصوصیات بیان کی ہیں جن میں ایک خصوصیت ان کا پرندوں اور جانوروں کی بولیاں سمجھنا بھی ہے۔

یہ دو تفسیری اقوال مشتے از خروارے کے قبیل سے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ جمہور مفسرین نے یہی تفسیر کی ہے جن کا احاطہ یہاں ممکن نہیں ہے۔

مولوی چراغ علی نے اس آیت میں بھی لغوی منہج اختیار کیا ہے اور اپنا جدا موقف اپنایا ہے۔ اگر ان کے موقف کا بغور جائزہ لیا جائے تو چند سقم نظر آتے ہیں۔ مثلاً: قرآن کے الفاظ ہیں "عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ"[۳۰]۔ مولوی چراغ علی کی جانب سے اس آیت کا جو ترجمہ جو کیا گیا ہے وہ ہے "ہم کو پرندوں کا علم ملا ہے" اس ترجمہ میں "طیر" کا معنی ہے مگر منطق کا معنی نہیں ہے۔ جب کہ لفظ منطق "مضاف" ہے اور طیر "مضاف الیہ"، جس کا لفظی معنی ہے "ہم کو پرندوں کی بولی کا علم دیا گیا ہے" اسی طرح "منطق" کے معنی فلسفہ کی بجائے نطق ہو سکتا ہے، جس کے معنی گویائی کے ہیں لہٰذا یہی معنی درست ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ مولوی چراغ علی منطق الطیر سے پرندوں کی بولی مراد نہیں لیتے اور نہ ہی اسے معجزہ سمجھتے ہیں بلکہ اس سے مراد پرندوں کا علم لیتے ہیں۔

جن سے مراد:

قرآن و حدیث اور انسانی تاریخ میں کسی ایسی مخلوق کا پتہ نہیں چلتا جو انسانوں کے قبیل سے ہوں اور انہی کی جنس ہوں لیکن جن کہلائیں۔ اس لفظ کی مراد تو اس قدر واضح ہے کہ خود قرآن سے اس پر دلائل کافی ہیں۔ سب سے پہلے قرآن مجید سے اس کے لغوی معنی کی وضاحت ہوتی ہے۔ لغت میں جن کے معنی چھپنا، پردہ، پوشیدہ اور نظر نہ آنا کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

"فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا۔"[31]

ترجمہ: (یعنی) جب رات نے ان کو (پردہ تاریکی سے) ڈھانپ لیا تو (آسمان میں) ایک ستارہ نظر پڑا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جن بھی ایک پوشیدہ قوم ہے، جب کہ انسان پوشیدہ نہیں ہوتے۔ اسی طرح قرآن مجید نے انسانوں اور جنوں کی تخلیق کو الگ الگ بیان کیا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے:

"وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ"[32]

ترجمہ: اسی نے انسان کو ٹھیکرے کی طرح کھنکھناتی مٹی سے بنایا۔ اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

"وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ۔"[33]

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے پیدا کیا ہے۔ اور جنوں کو اس سے بھی پہلے بے دھوئیں کی آگ سے پیدا کیا تھا۔

ان آیات کے بعد آدم علیہ السلام کی پیدائش اور جنات و ملائکہ کے سجود کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جن، ملائکہ اور انسان سے پہلے ہی موجود تھے کیوں کہ یہاں ابلیس کے انکار کا بھی ذکر ہوا ہے جو جنوں میں سے تھا۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

"فَسَجَدُوْا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ۔"[34]

ترجمہ: تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس (نے نہ کیا) وہ جنات میں سے تھا تو اپنے پروردگار کے حکم سے باہر ہو گیا۔

درج ذیل آیات مبارکہ میں جنات کو انسانوں سے الگ ایک مخلوق کے طور پر ذکر کیا گیا ہے جو ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطَانٍ۔"[35]

ترجمہ: اے گروہ جن و انس اگر تمہیں قدرت ہو کہ آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ اور زور کے سوا تو تم نکل سکتے ہی نہیں۔

درج بالا آیت میں اللہ تعالیٰ اپنی قدرتِ قاہرہ کو بیان کرتے ہوئے انسانوں اور جنوں دونوں سے مخاطب ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

"فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْاَلُ عَنْ ذَنْبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ۔"[36]

ترجمہ: اس روز نہ تو کسی انسان سے اس کے گناہوں کے بارے میں پرسش کی جائے گی اور نہ کسی جن سے۔

نافرمان جنوں کو بھی نافرمان انسانوں کی طرح جنت اور جہنم کا سزاوار قرار دیا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔" [37]

ترجمہ: اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔

اس آیت میں بھی تخلیق کو الگ الگ بیان کیا ہے۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

"وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ۔" [38]

ترجمہ: اور ہم نے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لیے پیدا کیے ہیں۔

انجام کے لحاظ سے بھی نافرمان انسان اور نافرمان جنات کو علیحدہ ذکر کیا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے اُتری ہوئی کتاب نہ ماننے کی صورت میں جس طرح انسانوں خصوصاً مشرکین عرب کو چیلنج کیا ہے اسی طرح جنوں کو بھی چیلنج کیا ہے فرمایا:

"يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيَاتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كَافِرِيْنَ۔" [39]

ترجمہ: اے جنوں اور انسانوں کی جماعت کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے پیغمبر نہیں آتے رہے جو میری آیتیں تم کو پڑھ پڑھ کر سناتے اور اس دن کے سامنے آموجود ہونے سے ڈراتے تھے وہ کہیں گے کہ (پروردگار) ہمیں اپنے گناہوں کا اقرار ہے۔ان لوگوں کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔اور (اب) خود اپنے اوپر گواہی دی کہ کفر کرتے تھے۔

اسی طرح دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔" [40]

ترجمہ: کہہ دو کہ اگر انسان اور جن اس پر مجتمع ہوں کہ اس قرآن جیسا بنا لائیں تو اس جیسا نہ لا سکیں گے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں۔

مذکورہ بالا آیات سے عیاں ہے کہ "جن" نام کی ایک الگ مخلوق ہے جو انسان کی جنس نہیں ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی تخلیق کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا ہے۔اسی طرح ان آیات کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ نہ صرف جن انسان سے ایک الگ قوم ہے بلکہ یہ مخلوق کائنات میں انسان سے پہلے موجود تھی۔ نیز انسان کو جن کہنا اس لیے بھی درست نہیں کیونکہ قرآن مجید قیامت تک کے لیے واحد ذریعہ ہدایت ہے، مولوی چراغ علی کا موقف تسلیم کر لینے کی صورت میں درج ذیل آیت کریمہ کی ابدیت کا تصور باقی نہیں رہے گا کہ جس قوم کو مخاطب کیا جا رہا ہے وہ قومِ عمالقہ موجود ہی نہیں ہے بلکہ ماضی کے اوراق کا حصہ بن چکی ہے۔ تمام

بحث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دنیا میں دو ہی ایسی مخلوقات ہیں جن سے مطالبہ اور مواخذہ ہے۔ وہ جن اور انسان ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع جن ہی تھے۔

نمل کا معنی:

عربی میں نمل چیونٹی کو کہتے ہیں۔ ما قبل میں یہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ حضرت سلیمان پرندوں کی بولی جانتے تھے۔[41] لہٰذا انہوں نے اپنے بارے میں چیونٹی کی گفتگو سن لی تھی۔ نیز متعدد متقدمین و متاخرین مفسرین اہل علم نے اس آیت کی زیر تفسیر جو تصریحات کی ان میں یہی واضح ہوتا ہے کہ نمل سے مراد چیونٹی ہی ہے نہ کہ کوئی قوم جیسا کہ مولوی چراغ علی کا خیال ہے۔ چناں چہ چند معروف اہل علم کے اقوال درج ذیل ہیں:

امام شعبی لکھتے ہیں:

"*النَّمْلَةُ الَّتِي فَقِهَ سُلَيْمَانُ كَلَامَهَا كَانَتْ ذَاتَ جَنَاحَيْنِ۔*"[42]

ترجمہ: وہ چیونٹی جس کے کلام کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے سمجھا تھا وہ دو پروں کی حامل تھی۔

یعنی نمل کے چیونٹی ہونے میں انہیں کوئی کلام نہیں ہے بلکہ وہ اس چیونٹی کی خصوصیت بیان کر رہے ہیں کہ وہ پروں والی تھی۔

نمل کے بارے میں ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ایک اور روایت نقل کی ہے:

"*خَرَجَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ يَسْتَسْقِي فَإِذَا هُوَ بِنَمْلَةٍ مُسْتَلْقِيَةٍ عَلَى ظَهْرِهَا رَافِعَةٍ قَوَائِمَهَا إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ تَقُولُ: اللَّهُمَّ أَنَا خَلْقٌ مِنْ خَلْقِكَ لَا غِنَى بِنَا عَنْ سُقْيَاكَ، وَإِلَّا تَسْقِنَا تُهْلِكْنَا فَقَالَ سُلَيْمَانُ: ارْجِعُوا فَقَدْ سُقِيتُمْ بِدَعْوَةِ غَيْرِكُمْ۔*"[43]

ترجمہ: حضرت سلیمان بارش کی دعا کے لیے میدان میں نکلے تھے تو راستے میں ایک چیونٹی کو اس طرح دیکھا کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں اپنے اگلے ہاتھ اُٹھا کر دعا کر رہی ہے کہ "خدایا ہم بھی تیری مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہیں اور تیرے فضل کے محتاج ہیں، ہم کو بارش سے محروم نہ کر۔ اس کے بعد حضرت سلیمان نے اپنی قوم کو واپس جانے کا حکم دیا کہ ایک حیوان کی دعا سے تمہارا کام ہو گیا۔

نیز ایک حدیث مبارکہ میں "نملہ" کا لفظ ایک جانور کے معنی میں مستعمل ہے چناں چہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے روایت کی ہے:

"*نهى عن قتل أربع من الدواب: النملة و النحلة الهدهد و الصرد۔*"[44]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے چار جانوروں کو قتل کرنے سے منع فرمایا: چیونٹی، شہد کی مکھی، ہدہد اور لٹورا۔

اس حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے نمل کو دیگر تین جانوروں کے ساتھ ذکر فرمایا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ نمل سے مراد بھی جانور ہی ہے۔

اسی طرح اس آیت کی تفسیر میں حضرت شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں کہ:

"چیونٹی کی آواز کوئی آدمی نہیں سنتا۔ انھیں معلوم ہو گئی۔ یہ ان کا معجزہ ہوا۔"[45]

یعنی چیونٹی سے مراد انسان نہیں بلکہ جانور ہے۔

متاخرین میں حافظ صلاح الدین یوسف تفسیر ''احسن البیان'' میں لکھتے ہیں کہ نمل چیونٹی کو کہتے ہیں۔[46]

نیز جب حضرت سلیمان نے چیونٹی کی یہ بات سنی کہ ان کا لشکر لاشعوری میں کہیں ہمیں کچل نہ دے تو ان کا تبسم اس کی بنیاد پر تھا، جیسا کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا اشاد ہے:

''فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِـهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِـىٓ اَنْ اَشْكُـرَ نِعْمَتَكَ الَّتِىٓ اَنْعَمْتَ عَلَـىَّ وَعَلٰـى وَالِـدَىَّ''[47]۔

ترجمہ: پھر اس کی بات سے مسکرا کر ہنس پڑا اور کہا اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں تیرے احسان کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیا۔

دراصل حضرت سلیمان کا ہنسنا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا، اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ کوئی انوکھا کام تھا اور ایسے کام کے ہونے پر انسان خوش ہو کر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔

اہل علم کی ان تمام ان تمام تصریحات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نمل سے مراد کوئی قوم نہیں ہے بلکہ اس سے مراد چیونٹی نامی جانور ہے۔ اس طرح یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ لہذا محض اپنے طے کردہ معانی کو اوراقِ تفسیر میں جگہ دینے کے لیے لغت کے کسی بعید معنی کو اختیار کرنا اور تمام دلائل وقرائن کو یکسر نظر انداز کر دینا درست روش نہیں۔ نیز یہ کسی طرح بھی جمہور اہل اسلام کے اجماعی موقف سے مطابقت نہیں رکھتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور صلیب:

جمہور اہل علم کے نزدیک حضرت عیسیٰ کے رفع آسمانی سے متعلق عقیدہ بالکل واضح ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زندہ اور سلامت آسمان طرف اٹھا لیا تھا، چناں چہ وہ قربِ قیامت دوبارہ اس دنیا میں اتریں گے یہاں کچھ عرصہ زندہ رہیں اور شادی کریں گے۔ ان کو اللہ تعالیٰ اولاد بھی عطا کریں گے۔

مفسر قرآن حضرت مجاہد جو حضرت ابن عباس کے شاگرد ہیں فرماتے ہیں کہ:

''صَلَبُوا رَجُلًا غَيْرَ عِيسَى وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ شُبِّهَ لَهُمْ، وَرَفَعَ اللّٰهُ إِلَيْهِ عِيسَى حَيًّا''[48]۔

ترجمہ: انہوں نے عیسیٰ کی بجائے کسی اور سولی پر چڑھا دیا جسے وہ عیسیٰ ہی خیال کر رہے تھے، ان کو اشتباہ ہو گیا تھا، اور عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زندہ اپنی طرف اٹھا لیا تھا۔

معلوم ہوا حضرت عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمانوں پر اٹھا لیا تھا اور ان کی جگہ ان کے دشمنوں نے کسی اور شخص کو سولی چڑھا دیا تھا۔

قتادہ فرماتے ہیں کہ:

''إن نبي الله عيسى بن مريم قال لأصحابه: أيّكم يقذف عليه شبهي فإنّه مقتول فقال رجل من القوم: أنا يا نبيّ الله فشبّه الرجل ومنع الله تعالى عيسى ورفعه إليه''[49]۔

ترجمہ: اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ تم میں سے کون ہے جو میری شکل اختیار کرے گا؟ کیونکہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے نبی میں تیار ہوں۔ چناں چہ اس آدمی کو عیسیٰ کی شکل دے اور عیسیٰ کی حفاظت کی اور انہیں اپنی طرف اٹھالیا۔

ان تفسیری اقوال کی بہت سی صحیح احادیث مبارکہ سے بھی تائید ہوتی ہے۔ چناں چہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

"الذي نفسي بيده ليوشكن أن ينزل فيكم ابن مريم حكما عدلا فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويفيض المال حتى لا يقبله أحد حتى تكون السجدة الواحدة خير من الدنيا وما فيها۔"[50]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ضرور ایک وقت آئے گا کہ تم میں ابنِ مریم حاکم و عادل ہو کر نازل ہوں گے وہ صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ ختم کر دیں گے اور مال کی اتنی فراوانی ہو جائے گی کہ اس کو کوئی قبول کرنے والا نہیں ہو گا۔ یہاں تک کہ ایک سجدہ دنیا ومافیہا سے بہتر ہو گا۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں حضرت عیسی علیہ السلام کے مقامِ نزول کی بھی تعیین کی گئی ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"ثم ينزل عيسى ابن مريم عند المنارة البيضاء شرقي دمشق فيدركه عند باب لد فيقتله۔"[51]

ترجمہ: پھر عیسی ابن مریم علیہ السلام دمشق کی مشرقی جانب سفید مینار کے اتریں گے اور اسے (دجال کو) باب لد سے پاس پالیں گے اور اسے قتل کر دیں گے۔

اس طرح کی کثیر احادیث مختلف اسناد سے مروی ہیں جن سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں اور وہ قربِ قیامت زمین پر نزول فرمائیں گے۔

مسند احمد کی روایت میں کافی تفصیل سے نزول عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بتایا گیا ہے کہ وہ آسمان سے اترنے کے بعد کون کون سے بڑے امور سرانجام دیں گے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"يَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ، فَيَقْتُلُ الْخِنْزِيرَ، وَيَمْحُو الصَّلِيبَ، وَتُجْمَعُ لَهُ الصَّلَاةُ، وَيُعْطَى الْمَالُ حَتَّى لَا يُقْبَلَ، وَيَضَعُ الْخَرَاجَ، وَيَنْزِلُ الرَّوْحَاءَ، فَيَحُجُّ مِنْهَا أَوْ يَعْتَمِرُ، أَوْ يَجْمَعُهُمَا » قَالَ: وَتَلَا أَبُو هُرَيْرَةَ: وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا۔"[52][53]

ترجمہ: حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام آسمان سے زمین پر نازل ہوں گے، وہ خنزیر کو قتل کریں گے، صلیب کو مٹا دیں گے اور ان کی آمد پر باجماعت نماز ادا کی جائے گی۔ وہ لوگوں میں اس قدر مال و دولت تقسیم کریں گے کہ بالآخر کوئی مال قبول نہیں کرے گا۔ وہ خراج لینا بند کر دیں گے اور رَوحاء کے مقام پر (بھی) قیام کریں گے اور یہیں سے حج یا عمرہ یا دونوں کا احرام باندھ کر روانہ ہوں گے۔ یہ حدیث مبارک سنا کر حضرت ابو

ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی :﴿وَإِن مِّنۡ أَهۡلِ ٱلۡكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهِۦ قَبۡلَ مَوۡتِهِۦۖ وَيَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ يَكُونُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيدٗا﴾ 'اور (قربِ قیامت نزولِ مسیح علیہ السلام کے وقت) اہلِ کتاب میں سے کوئی (فرد یا فرقہ) نہ رہے گا مگر وہ عیسیٰ (علیہ السلام) پر ان کی موت سے پہلے ضرور (صحیح طریقے سے) ایمان لے آئے گا، اور قیامت کے دن عیسیٰ (علیہ السلام) ان پر گواہ ہوں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں کی طرف اٹھائے جانے اور قربِ قیامت آسمان سے زمین کی طرف نزول کرنا ایک ایسا نظریہ ہے جو قرآن و حدیث سے قطعی طور پر ثابت ہے کسی طرح بھی اس کا انکار ممکن نہیں ہے۔ سوائے اس کے قرآن کریم کی واضح الدلالت نصوص میں بے جا اور بے اصل تاویلات کا ارتکاب کیا جائے۔ نیز احادیث مبارکہ سے بطریق تواتر اس کا ثبوت ملتا ہے لہذا اتنی کثیر اور واضح احادیث مبارکہ کو پسِ پشت ڈال دینا اور انہیں کسی خاطر میں نہ لانا بہر طور انکارِ حدیث کے زمرے میں آتا ہے۔

خلاصۃ البحث

قرآن پاک کی تفسیر کرتے ہوئے لغت کو پیش نظر رکھنا از حد ضروری امر ہے لیکن لغت کو آثار و اقوال پر بہر صورت مقدم رکھنا درست نہیں۔ مولوی چراغ علی فکر سر سید کے اہم رکن ہیں، سر سید کی تحریک اور فکر ان کے ذکر کے بغیر ممکن نہیں۔ سر سید علمی میدان میں ان سے استفادہ کرتے نظر آتے ہیں۔ مولوی چراغ علی نے باقاعدہ کوئی تفسیر نہیں لکھی البتہ ان کے رسائل میں جابجا تفسیری مواد موجود ہے۔ مولوی صاحب کا منہج تفسیر بھی لغوی ہے، وہ آیات کی تفسیر میں لغت کو اس حد تک اہمیت دیتے ہیں کہ بسا اوقات احادیث کو مطلق نظر انداز کر دیتے ہیں، ان کا اس طرح احادیث سے صرف نظر کرنا اور صرف عربیت کی بنیاد پر تشریح و تفسیر کرنا ان کے تفسیری اقوال کو تفسیر بالرائے مذموم کے زمرے میں شامل کر دیتا ہے۔ مقالہ نگار نے مقالہ ہذا میں مولوی چراغ علی کے مختصر حالات زندگی بیان کرنے کے بعد مقالہ کو دو مباحث میں تقسیم کیا ہے۔ پہلی مبحث میں مثالوں کی روشنی میں ان کے مؤقف کو وضاحت سے بیان کیا ہے۔ دوسری مبحث میں جمہور کے مؤقف کی روشنی میں مولوی چراغ علی کے مؤقف کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ اس جائزے سے یہ بات متحقق ہوتی ہے کہ مولوی چراغ علی کے تفسیری اقوال پر لغوی منہج تفسیر میں تفسیر بالرائے مذموم کا اطلاق ہوتا ہے۔

سفارشات

- "تفسیر بالماثور میں لغت کی حیثیت" کے عنوان پر ایم۔ فل کا مقالہ لکھوایا جا سکتا ہے۔
- مولوی چراغ علی کے تفسیری اقوال کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ" کے عنوان پر پی۔ ایچ۔ ڈی کا مقالہ لکھوایا جا سکتا ہے۔
- اردو تفسیری ادب میں لغوی منہج تفسیر کو سرکاری سطح پر فروغ دیا جائے تاکہ آئے روز پیدا ہونے والے فتنوں کا سد باب کیا جا سکے۔

- مولوی چراغ علی کے رسائل پر ایم فل کی سطح پر تحقیقی کام کروایا جا سکتا ہے۔
- لغوی منہجِ تفسیر اور انکار حدیث، ایک تحقیقی جائزہ" کے عنوان سے کسی جامعہ میں پی۔ایچ۔ڈی کا مقالہ لکھوایا جا سکتا ہے۔
- مقتدر اہل علم حضرات کو چاہیے کہ اردو زبان میں لغوی منہجِ تفسیر پر ایک ایسی تفسیر مرتب کی جائے جو بسط و جمع ہر دو خوبیوں پر مشتمل ہو تا کہ دور حاضر کی فکری و علمی لغزشوں کی نشان دہی کر کے امت کو گمراہی میں پڑنے سے بچایا جا سکے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات(References)

[1] منور، ڈاکٹر منور حسین، مولوی چراغ علی کی علمی خدمات (پٹنہ: خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، 1997ء)، ص 12۔

Munawwar,Dr Munawwar Hussain,Molvi Chragh Ali ki Ilmi Khidmat(Patnah:Khuda Bakhsh Oriental public Library,1997),P12.

[2] ایضاً، ۱۲۔

Ibid. 12.

[3] بریلوی، عبادت بریلوی، مقدماتِ عبدالحق (لاہور: اردو مرکز، 1965ء)، ص 626

Brailvi,Ibadat Brailvi,Muqaddimat e Abdulhaq(Lahore:Urdu Markaz,1965)P.626.

[4] ایضاً، 627۔

Ibid.627.

[5] ایضاً، 127۔

Ibid.127

[6] النساء: 24

Al-Nisaa.24.

[7] چراغ علی، مولوی چراغ علی، تہذیب الاخلاق، 59:2

Molvi Charagh Ali,Tehzeeb ul Akhlaq,59:2.

[8] النساء: ۲۴

[9] ایضاً، 60:3۔

Ibid.60:3.

[10] چراغ علی، رسائل چراغ علی، ص ۸

Molvi Chiragh Ali,

Rasayel E Charagh Ali,P.8.

[11] النمل16:27۔

Al-Naml:16

[12] چراغ علی، تہذیب الاخلاق،138:3 Chiragh Ali:Tehzeeb ul Akhlaq,138:3

[13] ایضاً،۳:۱۳۹

Ibid,139:3

[14] ایضاً،139:3

Ibid,139:3

[15] اکبر، محمد اکبر عبداللہ، افکار چراغ علی، (لیہ، پاکستان: اردو سخن پاکستان، ۲۰۱۰)ص ۱۲۰

Akbar,Muhammad Akbar Abdullah,Afkar e Chiragh Ali,(Layya:Urdu Sukhan Pakistan,2010)P.120

[16] چراغ علی، تہذیب الاخلاق،141:3 Chiragh Ali,Tahzeeb ul Akhlaq.141:3

[17] النمل18:27

Al-Naml18:27

[18] چراغ علی، تہذیب الاخلاق،141:3 Chiragh Ali,Tahzeebul Akhlaq,141:3

[19] ایضاً،142:3

Ibid,142:3

[20] ایضاً191:3

Ibid,191:3

[21] النساء157-158:4 Al-Nisa 157-158:4

[22] چراغ علی، تہذیب الاخلاق، جلد سوم، ص178 Chiragh Ali,Tahzeebul Akhlaq,178:3

[23] ایضاً، ص178، ملخصاً

Ibid,P.178

[24] ایضاً، ص 178

Ibid,P178

[25] الرازی، محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، ۱۰: ۳۳ Al- Razi,Muhammad bin Umar,Mafatih al Ghaib,33:10

[26] البیضاوی، عبداللہ بن عمر، انوار التنزیل واسرار التاویل، 68:2 Albezawi,Abdullah bin Umar,Anwar ul Tanzeel wa Asrar rul Taweel,68:2

[27] البغوی، الحسین بن مسعود، معالم التنزیل فی تفسیر القرآن، (بیروت: دار طیبۃ للنشر والتوزیع، ۱۴۱۷ھ) ۲: ۱۹۲

Al-Baghwi,Husain bin Masood,Maalim ul Tanzeel fi Tafsiril Quraan(Beruit:Dar Taiba,1417AD)192:2

[28] الطبری، محمد بن جریر، جامع البیان فی تاویل القرآن، (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 1420) 473:19

Al-Tabri,Muhammad Bin Jarir,Jami ul Bayan Fi Taweelil Quran,(Beruit:Al-Risalah Foundation,1420AD)473:19

[29] السمرقندی، نصر بن محمد بن احمد، بحر العلوم، (بیروت: دار الفکر، س ن) 575:2 Al-Samarqandi, Nasr bin Muhammad bin Ahmad,Bahrul Uloom,(Beruit:Darul Fikr,Publishing date is not mentioned)575:2

[30] النمل ۱۶: ۲۷

Al-Naml1:16.

[31] الانعام ۷۶: ۶

Al-Anaam:76.

[32] الرحمن ۱۴: ۵۵

Al-Rahman:14-15.

[33] الحجر ۲۶: ۱۵

Al-Hijr26-27.

[34] الکہف ۵۰: ۱۸

Al-Kahaf:50

[35] الرحمٰن ۳۳: ۵۵

Al-Rahman55:33

[36] الرحمٰن ۳۹: ۵۵

Al-Rahman:39

[37] الذاریات ۵۶: ۵۱

Al-Zariyat:56

[38] الاعراف ۱۷۹: ۷

Al-Aaraf7:179

[39] الانعام ۶:۱۳۰

Al-Anaam6:130

[40] الاسراء ۱۷:۸۸

Al-Israa17:88

[41] النمل ۱۶:۲۷

Al-Naml16:27

[42] ابن أبي حاتم، عبدالرحمن بن محمد، تفسیر القرآن العظیم، (السعودیۃ: مکتبۃ نزار مصطفی الباز، ۱۴۱۹ھ) ۹:۲۸۵۷

Ibn e Abi Hatim,Abdurrahman bin Muhammad,Tfsir ul Quran Al- azeem,(Makka Mukarma:Maktaba Mustafa Albaz,1419H)9:2457.

[43] ابن کثیر، اسماعیل بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 166:6

Ibn e Kasir,Ismaeel bin Kasir,Tafsir ul Quran Al-Azeem6:166.

[44] البانی، ناصرالدین، صحیح وضعیف الجامع الصغیر، (بیروت: المکتب الاسلامی، س ن) رقم الحدیث: 12926

Albani,Nasiruddin,Sahih wa Zaeef al Jamy al Saghir,(Beurit:Al maktab ul Islami,Publishing date is not mentioned)Hadith No:12926

[45] قرآن کریم مترجم، مولانا محمود الحسن، تفسیر مولانا شبیر احمد عثمانی (مدینہ منورہ: شاہ فہد پرنٹنگ کمپلیکس، 1989ء) ص504

Quran Kareem Translated,Molana Mahmud ul Hasan,Tfsir Molana Shabir Ahmad Usmani(Madina Munawwara:Shah Fahad printing complex,1989)P.504

[46] حافظ صلاح الدین، احسن البیان، مترجم: مولانا محمد جونا گڑھی (لاہور: دارالسلام، 2011ء) ص757

Hafiz Salahuddin,Ahsan ul Bayan,Translator:Molana Muhammad Juna Garhi,(Lahore:Drussalam,2011)P.757

[47] النمل 19:27

Al Namal19:27

[48] المخزومی، مجاہد بن جبر، تفسیر مجاہد، (مصر: دارالفکر الاسلامی الحدیثۃ، 1410ھ) ص۲۹۶

Al Makhzumi,Mujahid bin Jabar,Tafsir e Mujahid,(Misar:Darul Fikr al Islami al Hadithiya,1410H)P.296

[49] الثعلبي، أحمد بن محمد بن إبراهيم، الکشف والبیان عن تفسیر القرآن، الناشر: دار احیاء التراث العربي، ۱۴۲۲ھ) ۳:۴۱۰

Al-Saalabi,Ahmad bin Muhammad bin Ibraheem,Al-Kashf wal Bayan an Tafsir il Quran,(Beurit:Dar Ihya al Turas al arbi)410:3

[50] البخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 2109

Al-Bukhari,Al-Jamy Al-Sahih,Hadith No:2109

[51] ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، (بیروت: دار الكتاب العربي، س ن) ۴:۱۹۹

Abu-Dawood,Suleman bin Ashaas,(Beurit:Darul Kitab Al-Arbi, Publishing date is not mentioned)199:4

[52] النساء ۴:۱۵۹ Al-Nisa159:4

[53] امام احمد، المسند، (بیروت: مؤسسة الرسالة، ۱۴۲۱ھ) رقم الحدیث ۷۹۰۳

Imam Ahmad,Al-Musnad(Beruit:Al-Risalah Foundation,1421H)HadithNo7903.